بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الاعراف

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ ضَلٰلٍ

(تمھاری تاریخ بھی اِنھی حقائق کی گواہی دیتی ہے[۳۹۳])۔

ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اُس نے اُنھیں دعوت دی کہ میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے[۳۹۴]۔ میں تم پر ایک ہول ناک دن کے عذاب

۳۹۳؎ سورہ کے مخاطب چونکہ قریش ہیں، اِس لیے آگے استدلال کے غرض سے اُنھی قوموں کی سرگذشتیں سنائی ہیں جن سے وہ واقف تھے اور اُن کی سرگذشتوں میں سے بھی صرف اتنا حصہ نمایاں کیا ہے جو انذار کے مقصد سے ضروری تھا۔ مدعا یہ ہے کہ عقل و فطرت کے دلائل سے نہیں مانو گے تو ہمارے پیغمبر کی طرف سے اتمام حجت کے بعد تم بھی اُسی انجام کو پہنچ جاؤ گے جس کو تم سے پہلے رسولوں کی قومیں پہنچی ہیں۔

۳۹۴؎ یہی دعوت پیچھے قریش کو دی گئی ہے۔ انبیا علیہم السلام کی تمام جدوجہد کا مقصود اِسی توحید کا قیام تھا۔ وہ اِسی لیے بھیجے گئے کہ خدا کے بندوں کو دوسروں کی بندگی سے چھڑا کر خالص خدا کے بندے بنا دیں۔ قرآن نے سب سے زیادہ تاکید اور وضاحت کے ساتھ اِسی کو بیان کیا ہے، یہاں تک کہ اِس صحیفۂ آسمانی کا آخری باب اپنے مضمون کے

مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَوَعَجِبْتُمْ
اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

سے ڈرتا ہوں[۳۹۵]۔ اُس کی قوم کے بڑوں نے جواب دیا: ہم تو تمھیں صریح گمراہی میں دیکھ رہے ہیں[۳۹۶]۔ اُس نے کہا: میری قوم کے لوگو، میں کسی گمراہی میں نہیں ہوں، بلکہ رب العٰلمین کا رسول ہوں، تمھیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا رہا ہوں، تمھاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا اِس بات پر تعجب کر رہے ہو کہ تمھارے پاس خود تمھارے اندر کے ایک شخص کے ذریعے سے تمھارے پروردگار کی یاد دہانی آئی ہے، اِس لیے کہ تمھیں خبردار کرے اور اِس لیے کہ

لحاظ سے جس سورہ پر ختم ہوا ہے، اُس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہی ہدایت فرمائی ہے کہ لوگوں کے سامنے برملا اعلان کر دیا جائے کہ اللہ یکتا، یگانہ اور بے ہمتا ہے، سب کے لیے پناہ کی چٹان ہے، وہ نہ باپ ہے نہ بیٹا اور نہ زمین و آسمان میں کوئی اُس کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ توحید تقاضا کرتی ہے کہ لوگ بالکلیہ اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیں، اُس کی ذات و صفات اور اُس کے حقوق میں اُس کی یکتائی تسلیم کریں، اُسی سے مدد چاہیں، نعمت ملے تو اُسی کا شکر ادا کریں، مصیبت آئے تو اُسی سے فریاد کریں، بیم و رجا، ہر حال میں اُسی کو پکاریں اور کسی فرشتے، جن، پیغمبر، ولی یا کسی بھی مخلوق کو کسی پہلو سے اُس کا شریک نہ ٹھیرائیں۔

۳۹۵؎ یہ اُس عذاب سے انذار ہے جو رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں لازماً آتا ہے اور اُن کی قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت زمین پر خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک قیامت صغریٰ لوگوں کو اِسی دنیا میں برپا کر کے دکھا دی جاتی ہے تاکہ آخرت کا تصور بھی اُسی معیار پر ثابت کر دیا جائے جس معیار پر سائنسی حقائق معمل (Laboratory) کے تجربات سے ثابت کیے جاتے ہیں۔

۳۹۶؎ اِس لیے کہ تم اُس راستے سے منحرف ہو گئے ہو جس پر ہمارے باپ دادا ہمیشہ سے چلتے آئے ہیں۔ تم اُن کے دین کی تحقیر کر رہے ہو اور مزید یہ کہ ہمیں عذاب کی دھمکیاں بھی سنا رہے ہو۔ یہ صریح گمراہی ہے جس میں تم مبتلا ہو گئے ہو۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

تم (اللہ سے) ڈرو اور اِس لیے کہ تم پر رحم کیا جائے؟[۳۹۷] اُنھوں نے پھر بھی اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے اُسے اور جو کشتی میں اُس کے ساتھ تھے، اُنھیں نجات دی اور اُن سب لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔[۳۹۸] یقیناً وہ (دل و دماغ کے) اندھے تھے۔ ۵۹-۶۴

۳۹۷؎ قرآن نے سوال اٹھایا ہے، لیکن جواب نہیں دیا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...اِس لیے کہ اندازِ کلام اظہارِ حسرت و افسوس کا ہے۔ اِس اسلوب بیان میں یہ بات مضمر ہے کہ اگر تم سوچتے، غرور و انانیت کو راہ نہ دیتے تو یہ چیز تمھارے لیے تعجب اور استکبار کے بجائے ممنونیت اور شکرگزاری کا باعث ہوتی کہ خدا نے تمھارے ہی اندر سے ایک شخص کو تمھیں نجات کی راہ دکھانے کے لیے اٹھایا۔ میں تمھارے لیے کوئی اجنبی شخص نہیں، میرا ماضی و حاضر اور میرا اخلاق و کردار، سب تمھاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میری زبان تمھاری زبان اور میرا دل تمھاری اپنی فطرت کا ترجمان ہے تو کیا یہ بہتر ہوتا کہ تم پر اتمام حجت کے لیے آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا یا یہ بہتر ہے کہ تمھاری اپنی ہی زبان اور تمھارا اپنا ہی درد آشنا دل تم پر گواہی دے؟ اسلوب کلام میں یہ ساری داستان مضمر ہے اور یہ اضمار ہی اِس محل میں تقاضاے بلاغت ہے۔'' (تدبرقرآن ۳/۲۹۵)

۳۹۸؎ اِس سے واضح ہے کہ یہ عذاب اُسی علاقے میں اور اُنھی لوگوں پر آیا جن پر نوح علیہ السلام نے اتمام حجت کیا تھا۔ یہ دجلہ و فرات کے دوآبے کا علاقہ تھا۔ چنانچہ آرمینیا کی سرحد پر کوہ اراراط کے نواح میں لوگ اب بھی نوح علیہ السلام کے بعض آثار کی نشان دہی کرتے ہیں۔ قرآن میں اِس کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور پوری دردمندی کے ساتھ اُسے متنبہ کرتے رہے۔ لیکن اِس طویل جدوجہد کے بعد بھی جب قوم نے اُن کی تکذیب کر دی اور اپنے رویے کی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک کشتی بنائی جائے۔ یہ قوم کے لیے گویا الٹی میٹم تھا کہ کشتی کی تکمیل کے ساتھ ہی اُس کا پیمانۂ عمر بھی لبریز ہو جائے گا۔ چنانچہ کشتی بن گئی اور ماننے والے اُس میں سوار ہو گئے تو ایک عظیم طوفان ابل پڑا۔ زمین کو حکم دیا گیا کہ اپنا سارا پانی اگل دے اور آسمان کو حکم دیا گیا کہ اپنا سارا پانی برسا دے۔ پھر جو نشان مقرر کر دیا گیا تھا، پانی اُس پر جا کر ٹھیر گیا اور پوری قوم اُس میں غرق ہو گئی، یہاں تک کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی اپنی ہٹ دھرمی کے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ

عاد کی طرف ہم نے (اِسی طرح) اُن کے بھائی ہود کو بھیجا[399]۔ اُس نے دعوت دی کہ میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر کیا ڈرتے نہیں ہو[400]؟ اُس کی قوم کے بڑوں نے جو منکر ہو رہے تھے، (اُسے) جواب دیا: ہم تو یقیناً تمھیں حماقت میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہمارا پختہ خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو[401]۔ اُس نے کہا: میری قوم کے لوگو، میں کسی حماقت میں مبتلا نہیں

باعث اُس کی نذر ہو گیا۔ یہ ایک عبرت انگیز منظر تھا۔ طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھ رہی تھیں۔ نوح کی کشتی اُن کے تھپیڑوں سے نبرد آزما تھی کہ اتنے میں باپ نے دیکھا کہ سامنے بیٹا حیران و ششدر کھڑا ہے۔ اُس کو دیکھ کر شفقت پدری نے جوش مارا، پکار اٹھے کہ جان پدر، اب بھی موقع ہے، اِن منکروں کو چھوڑ کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ لیکن اِس ہول ناک منظر کو دیکھ کر بھی اُس کی ضد میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اُس نے کہا: میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ نوح علیہ السلام نے کہا: یہ پانی نہیں، قہر الٰہی ہے۔ اِس سے خدا کے سوا آج کوئی بچانے والا نہیں ہو سکتا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ایک موج اٹھی اور بیٹے کو بہا لے گئی۔

399۔ عاد عرب کی قدیم ترین قوم ہے۔ یہ سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ اِن کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ عرب کے لٹریچر میں یہ اپنی قدامت کے لیے بھی ضرب المثل ہیں اور اپنی قوت و شوکت کے لیے بھی۔ حضرت ہود اِنھی کے ایک فرد تھے جنھیں رسول کی حیثیت سے اِن کی طرف مبعوث کیا گیا۔ قرآن نے امتنان و احسان کے لیے فرمایا ہے کہ عاد کی طرف ہم نے کسی اجنبی شخص کو نہیں، بلکہ اُنھی کے بھائی ہود کو بھیجا تا کہ اُن پر ہماری حجت ہر لحاظ سے پوری ہو جائے۔

400۔ یعنی کیا ڈرتے نہیں ہو کہ پیغمبر کی طرف سے اتمام حجت کے بعد بھی شرک پر اصرار کرو گے تو اِس کا انجام کیا ہو گا؟

401۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری یہ شان و شوکت اور ترقی و استحکام دیکھ رہے ہو اور اِس کے باوجود ہمیں عذاب کی

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ہوں، بلکہ رب العٰلمین کا رسول ہوں، تمھیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور پوری دیانت کے ساتھ تمھاری خیرخواہی کرنے والا ہوں۔ کیا اِس بات پر تعجب کر رہے ہو کہ تمھارے پاس خود تمھارے اندر کے ایک شخص کے ذریعے سے تمھارے پروردگار کی یاددہانی آئی ہے کہ تمھیں خبردار کرے؟ یاد کرو، جب اُس نے نوح کی قوم کے بعد تمھیں بادشاہی دی اور خوب محکم اور تنومند کیا۔[۴۰۲] سو اللہ کی شانوں کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔[۴۰۳] اُنھوں نے جواب دیا: کیا ہمارے پاس اِس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں اور اُنھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟[۴۰۴] یہی بات ہے تو جس عذاب کی دھمکی ہمیں سنا رہے ہو، اُسے لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ اُس نے کہا:

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

وعیدیں سناتے ہو۔ اِس کے معنی اِس کے سوا کیا ہیں کہ خرد باختہ ہو چکے ہو اور جھوٹی باتیں سنا کر ہمیں ہراساں کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

۴۰۲؎ یعنی عقلی لحاظ سے محکم اور جسمانی لحاظ سے تنومند۔ اِس کے لیے اصل میں 'زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً' کے الفاظ آئے ہیں۔ 'خَلْق' کے معنی یہاں ساخت کے ہیں جو باطنی اور ظاہری، دونوں طرح کی ہو سکتی ہے۔ عرب کی روایتوں سے بھی اِس کی تصدیق ہوتی ہے کہ قوم عاد دونوں ہی اعتبارات سے بڑی نمایاں تھی۔

۴۰۳؎ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ پیچھے جو بات کہی گئی ہے، وہ اپنے اندر امتنان اور تنبیہ، دونوں ہی کے پہلو رکھتی ہے۔

۴۰۴؎ اِس میں غصہ بھی ہے اور طنز بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اِس لیے پیغمبر بن کر کھڑے ہو گئے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمھارے پیرو بن جائیں؟

رِجۡسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوۡنَنِیۡ فِیۡۤ اَسۡمَآءٍ سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّا نَزَّلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَالَّذِیۡنَ
مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۲﴾
وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ

تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر گندگی آپڑی اور (اُس کا) غضب ٹوٹ پڑا۔[۲۰۵] کیا تم مجھ سے اُن ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں،[۲۰۶] جن کے لیے خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟[۲۰۷] اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ آخر کار ہم نے اُس کو اور اُنھیں جو اُس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت سے بچا لیا اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔۶۵-۷۲

(اِسی طرح) ثمود[۲۰۸] کی طرف (ہم نے) اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اُس نے دعوت دی کہ میری قوم

۲۰۵؎ یعنی فیصلہ ہو گیا کہ کفر و شرک کی اِسی گندگی میں پڑے رہو گے اور اِس کے نتیجے میں خدا کے غضب کے مستحق ٹھیرو گے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...مطلب یہ ہے کہ عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو تو اب اِس میں دیر نہیں ہے، اِس کو آیا ہی سمجھو، اِس لیے کہ جس ناپاکی و گندگی سے خدا کا غضب بھڑکتا ہے، اُس کی بہت بڑی کھیپ تم نے اپنے اوپر لاد لی ہے۔ 'رِجس' کا اتنا بڑا انبار جمع کر لینے کے بعد اب خدا کے صاعقۂ عذاب کو دور نہ سمجھو۔“ (تدبرقرآن ۳/۲۹۹)

۲۰۶؎ لوگ جن ہستیوں کو معبود بناتے اور اُن سے حاجتیں طلب کرتے ہیں، وہ درحقیقت اُن کے رکھے ہوئے نام ہی ہوتے ہیں جن کے پیچھے کوئی مسمّٰی نہیں ہوتا۔ اپنی طرف سے نام دے کر ایسے ایسے بت تراش لیے جاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے پوری کائنات کا نظم وہی چلا رہے ہیں، جبکہ درحقیقت اُن میں نہ کوئی بارش کا رب ہوتا ہے، نہ ہوا کا، نہ دولت کا، نہ صحت اور تندرستی کا اور نہ کوئی مشکل کشا، گنج بخش، داتا اور غریب نواز ہوتا ہے کہ اُنھیں کچھ دے سکے یا اُن کے کسی کام آسکے۔

۲۰۷؎ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ شرک کے حق میں کوئی عقلی یا نقلی یا فطری دلیل نہ کبھی پیش کی جا سکی ہے اور نہ پیش کی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِيۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِي الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا

کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح نشانی آ گئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے، تمھارے لیے نشانی کے طور پر، لہٰذا اِس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور کسی برے ارادے سے اِس کو ہاتھ نہ لگانا، ورنہ ایک دردناک عذاب تمھیں آ پکڑے گا۔[۱۰۹] یاد کرو، جب قوم عاد کے بعد اللہ نے تمھیں بادشاہی[۱۱۰] دی اور زمین

جاسکتی ہے۔

۱۰۸؎ یہ عاد کے بقایا میں سے ہیں۔ اِسی بنا پر انھیں عاد ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کی قدیم اقوام میں سے یہ دوسری قوم ہے جس نے عاد کے بعد غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ اِن کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ ہے جسے الحجر کہا جاتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”...ہوسکتا ہے کہ قوم عاد کی تباہی کے وقت جو لوگ عذاب سے محفوظ رہے ہوں، اُنھوں نے جنوب سے شمال مغرب کی طرف ہجرت کی ہو اور پھر حجر میں سکونت اختیار کر لی ہو۔ عاد و ثمود کے اوصاف قرآن میں بھی اور عرب کی روایات میں بھی تقریباً ایک ہی سے بیان ہوئے ہیں۔ بعض شاعر تو اِن دونوں قوموں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں، گویا اِن کے درمیان کوئی فرق سرے سے ہے ہی نہیں۔ دونوں کے لیڈر ــــــ قیل اور قدار ــــــ جن کے ہاتھوں اِن قوموں پر تباہی آئی، عربی ادب میں ضرب المثل ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بالکل ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔“ (تدبر قرآن ۳/ ۳۰۰)

۱۰۹؎ یہ قوم کے مطالبۂ عذاب کا جواب ہے کہ خدا کے حکم پر میں نے اپنی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی نامزد کر دی ہے۔ یہ خدا کی نذر ہے، چنانچہ اِس لحاظ سے اللہ کی اونٹنی ہے۔ تمھارے لیے یہ خدا کے عذاب کی نشانی ہے۔ اِس کو گزند پہنچاؤ گے تو سمجھ لو کہ امان کی دیوار گر گئی۔ اِس کے بعد قہر الٰہی کے سیلاب کو کوئی چیز تمھاری بستیوں میں داخل ہونے سے نہیں روک سکے گی۔

۱۱۰؎ اصل میں لفظ ’خُلَفَآء‘ استعمال ہوا ہے۔ یہ جس طرح نائب اور جانشین کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

وَّتَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۷۴﴾
قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ اَتَعۡلَمُوۡنَ
اَنَّ صٰلِحًا مُّرۡسَلٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلَ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ
اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا بِالَّذِىۡۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ

میں تمکن عطا فرمایا، تم اُس کے میدانوں میں عالی شان محل بناتے اور پہاڑوں کو گھروں کی صورت میں تراش لیتے ہو۔[۱۱۱] سو اللہ کی شانوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔[۱۱۲] اُس کی قوم کے بڑوں نے جو متکبر ہو چکے تھے، (اپنی قوم کے) اُن زیردستوں[۱۱۳] سے جو ایمان لے آئے تھے، کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ صالح اپنے رب کا بھیجا ہوا ہے؟[۱۱۴] اُنھوں نے جواب دیا: ہم تو اُس پیغام کو مانتے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے۔[۱۱۵] (اِس پر) اُن متکبروں نے کہا: (لیکن) ہم اُس کے منکر ہیں جس پر تم ایمان لے آئے

نیابت اور جانشینی کے مفہوم سے مجرد ہو کر محض صاحب اقتدار کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ سورۂ ص (۳۸) کی آیت ۲۶ میں اِس کی نظیر موجود ہے۔ ہم نے اِسی لحاظ سے اِس کا ترجمہ بادشاہی کیا ہے۔ لفظ کے اِس طرح اپنے معنی کے کسی پہلو سے مجرد ہو کر آنے کی مثالیں عربی زبان میں اور بھی ہیں۔

۱۱۱؎ اپنے اِس فن میں یہ لوگ جس کمال کو پہنچے ہوئے تھے، اُس کے آثار آج بھی مدائن صالح میں موجود ہیں۔ یہ آثار ہزاروں ایکڑ کے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں اور کم و بیش ویسے ہی ہیں، جیسے ہندوستان میں ایلورا، اجنٹا اور بعض دوسرے مقامات میں پائے جاتے ہیں۔

۱۱۲؎ یعنی اِس ترقی و کمال اور عروج و اقتدار کو خدا کی شان کا ظہور سمجھ کر اُس کا شکر بجا لاؤ اور اُس کے مقابلے میں تمرد اور سرکشی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مادی ترقی کوئی جرم نہیں ہے اور نہ فلک بوس عمارتیں بنانا کسی فساد کی نشانی ہے۔ اِس میں فساد اُس وقت پیدا ہوتا ہے، جب انسان اِن کمالات میں خدا کی شانیں دیکھنے کے بجائے خدا فراموشی کا رویہ اختیار کر لیتا اور خدا کے قائم کردہ حدود سے تجاوز کر کے سرکشی اور تمرد پر اتر آتا ہے۔ ایسا نہ ہو تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے 'صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ' کی طرح یہی عمارتیں معرفت الٰہی کی نشانی بن جاتی ہیں۔

۱۱۳؎ انبیا علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے میں بالعموم غریبوں، ضعیفوں اور دبے ہوئے لوگوں ہی نے سبقت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رَبِّهِمۡ وَقَالُوۡا يٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِيۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ

ہو۔[۱۶] پھر انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور پورے تمرد کے ساتھ اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کی[۱۷] اور صالح سے کہہ دیا کہ اگر تم خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی دھمکی دے رہے ہو۔ آخر ایک سخت تھرتھراہٹ[۱۸] نے اُنھیں آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ

کی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُن میں دولت و اقتدار کا غرور نہیں ہوتا کہ قبول حق میں رکاوٹ بن جائے۔

۱۴؎ یہ سوال استنکار کی نوعیت کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع اُسے خدا کا رسول سمجھتے ہو؟ اِس کے معنی تو ہیں کہ بالکل ہی بے وقوف ہو گئے ہو۔

۱۵؎ یعنی صرف یہی نہیں، بلکہ اُس پیغام کو بھی پورے شرح صدر کے ساتھ مان چکے ہیں جو خدا نے اُس کے ذریعے سے بھیجا ہے اور اب عزم و جزم کے ساتھ اُس کی گواہی دے رہے ہیں۔ ہمارے لیے اِس پیغام کی قوت و حجت ہی کافی تھی۔ ہم تمھاری طرح معجزوں اور کرشموں کے منتظر نہیں رہے کہ بدبختی کے اُس مقام تک پہنچ جاتے، جہاں تم کھڑے ہو۔

۱۶؎ یہ آخری جھنجھلاہٹ کا اظہار ہے کہ مانتے ہو تو مانتے رہو۔ تمھارے ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ ماننا تو درحقیقت ہمارا ماننا ہے اور ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اِس کا انکار ہی کریں گے۔ ہم اِس شخص کو ہرگز ماننے والے نہیں ہیں۔

۱۷؎ اصل میں لفظ 'عَتَوْا' آیا ہے اور اُس کے ساتھ 'عَنْ' کا صلہ ہے۔ اُس سے یہ سرکشی اور سرتابی، دونوں کے مفہوم پر متضمن ہو گیا ہے۔ اونٹنی کو مارنے کا جرم اگرچہ اُن کے ایک سرکش سردار نے کیا تھا، مگر قرآن نے اُسے پوری قوم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ باقی متمردین بھی اِس پر راضی تھے۔ یہ اونٹنی اُن کی سرکشی کو جانچنے کا ایک پیمانہ تھی۔ اِس کے مارنے سے واضح ہو گیا کہ اُنھیں مزید مہلت دی گئی تو اُن کا اگلا ہدف خود حضرت صالح ہوں گے۔

۱۸؎ اِس لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ زلزلے کا عذاب تھا۔ قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد پر آنے والے عذاب کی طرح یہ بھی رعد و برق کا عذاب تھا جس میں شمال کی بادصرصر کئی دنوں تک مسلط رہی اور

اَبَلِّغُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ وَلٰکِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۷۹﴾
وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمۡ بِہَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ

گئے۔ اُس وقت[۲۱۹] صالح یہ کہتا ہوا اُنھیں چھوڑ کر چل دیا کہ میری قوم کے لوگو، میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تمھیں پہنچا دیا اور تمھاری بہت خیر خواہی کر دی، مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے[۲۲۰]۔ ۷۳-۷۹

(اِسی طرح) لوط کو بھیجا، جب اُس نے اپنی قوم سے کہا[۲۲۱]: کیا اِس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو[۲۲۲]؟ تم

بادلوں کی ہول ناک کڑک اور بہرا کر دینے والی چیخوں نے ہر چیز کو ہلا کر رکھ دیا۔ امام حمید الدین فراہی نے سورۂ ذاریات کی تفسیر میں اِس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

۲۱۹؎ یعنی عذاب سے ذرا پہلے جب قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترتیب بیان میں اِس بات کو عذاب کے ذکر کے بعد کیوں کر دیا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب میں یہ تقدیم و تاخیر تقاضاے بلاغت سے ہوئی ہے۔ ارتکاب جرم اور اُس کے نتیجہ کے فوری ظہور کو نمایاں کرنے کے لیے یہاں عذاب کو قتل ناقہ کے ساتھ متصل کر دیا اور حضرت صالح کی ہجرت کے ذکر کو پیچھے کر دیا۔ گویا جوں ہی اُنھوں نے ناقہ کو گزند پہنچا کر خدا کو چیلنج کیا، عذاب آ دھمکا۔ عذاب کی یہ سبقت و مبادرت اچھی طرح ظاہر نہ ہو سکتی، اگر اِس بیچ میں کوئی اور بات ذکر میں آ جاتی۔'' (تدبر قرآن ۳/۳۰۵)

۲۲۰؎ کسی قوم کے بگاڑ کی یہی وہ آخری حد ہوتی ہے جس کے بعد اُس کی اصلاح کا امکان باقی نہیں رہتا۔ اُس وقت خیر خواہ ہدف ملامت اور بد خواہ اُس کے لیڈر اور ہیرو بن جاتے ہیں۔

۲۲۱؎ حضرت لوط سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اُن کی قوم اُس علاقے میں رہتی تھی جو شام کے جنوب میں عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے اور آج کل شرق اردن کہلاتا ہے۔ بائیبل میں اُن کے سب سے بڑے شہر کا نام سدوم بتایا گیا ہے۔ پیچھے جن پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے، اُنھیں قرآن نے 'اَخَاھُمۡ ھُوۡدًا' اور 'اَخَاھُمۡ صٰلِحًا' کے الفاظ سے اُن قوموں کی طرف منسوب فرمایا ہے، مگر لوط علیہ السلام کو اِس طرح منسوب نہیں فرمایا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لمبی مدت سے اُن کے اندر رہ تو رہے تھے، لیکن اُن کے اندر سے نہیں تھے۔ اُن کا تعلق اُس قوم کے ساتھ وہی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون کے ساتھ تھا۔ آگے اُن کی بیوی کا ذکر جس اسلوب میں ہوا ہے، اُس سے اشارہ نکلتا ہے کہ اُن کی شادی اُسی قوم کے اندر ہوئی تھی اور اِس لحاظ سے وہ اُنھی کے ایک فرد بن چکے تھے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

سے پہلے دنیا میں کسی (قوم) نے اِس کا ارتکاب نہیں کیا۔[۴۲۳] تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش

قوم لوط کے الفاظ قرآن میں اِسی بنا پر آئے ہیں۔

۴۲۲؎ یہ استفہام اظہار نفرت و کراہت کے لیے ہے اور آیت میں 'اَلْفَاحِشَة' کا لفظ بتا رہا ہے کہ بدکاری کی یہ صورت اُس قوم میں اِس درجہ عام تھی کہ متکلم اور مخاطب، دونوں نام لیے بغیر محض حرف تعریف سے سمجھ سکتے تھے کہ اِس سے کیا مراد ہے۔

۴۲۳؎ پہلے جملے کی طرح یہ جملہ بھی اظہار نفرت و کراہت کے لیے ہے اور اسلوب تعجب کا ہے۔ آیت میں 'مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ' کے جو الفاظ آئے ہیں، یہ افراد میں سے کسی فرد کے معنی میں بھی آسکتے ہیں اور قوموں میں سے کسی قوم کے معنی میں بھی۔ یہاں قوم کے لیے ہیں اور استاذ امام کے الفاظ میں مدعا یہ ہے کہ تم سے پہلے کوئی شامت زدہ سوسائٹی ایسی نہیں گزری جس نے اِس غلاظت کو تمھاری طرح اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہو۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس برائی نے اُن کے اندر ایک فیشن اور تہذیبی روایت کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اِس کے مرتکبین اپنی محافل میں برملا اِس کا اظہار کرتے اور اِس پر کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ دوسرے پیغمبروں کی طرح توحید سے اپنی بات کی ابتدا کرنے کے بجاے لوط علیہ السلام نے سب سے پہلے اِسی پر تنبیہ فرمائی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> "...ایک برائی تو وہ ہوتی ہے، جو خواہ کتنی ہی سنگین ہو، لیکن وہ انسانی عوارض میں سے ہے اور انسانوں کے اندر پائی جاتی ہے یا پائی جا سکتی ہے، دوسری برائی وہ ہے جس کا گھنونا پن اِس قدر واضح ہے کہ کسی انسان کے اندر عادت کی حیثیت سے اور کسی سوسائٹی کے اندر فیشن کی حیثیت سے اُس کا پایا جانا بغیر اِس کے ممکن نہیں کہ اُس انسان یا اُس سوسائٹی کی فطرت بالکل مسخ ہو گئی ہو۔ جہاں اِس طرح کے لوگوں سے سابقہ ہو، وہاں اصل قابل توجہ چیز وہی برائی ہوتی ہے، دوسری باتیں خواہ کتنی ہی اہمیت رکھنے والی ہوں، سب ثانوی درجے میں آجاتی ہیں۔ آپ ایک شخص کے پاس اُس کی اصلاح کی غرض سے جائیں اور دیکھیں کہ وہ کھڑا ہوا غلیظ کھا رہا ہے تو آپ اُس کو ایمان و اسلام کی تلقین کریں گے یا سب سے پہلے اُس کی یہ عبرت انگیز حالت آپ کو متوجہ کرے گی؟ حضرت لوط علیہ السلام کو اِسی صورت حال سے سابقہ پیش آیا۔ اُن کی قوم کے اندر شرک و کفر کی برائی بھی موجود تھی اور دوسری تمام برائیاں بھی، جو شرک و کفر کے لوازم میں سے ہیں، موجود تھیں، لیکن جن کی فطرت اتنی اوندھی ہو گئی ہو کہ مرد مردوں ہی کو

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡھُمۡ مِّنۡ قَرۡیَتِکُمۡ اِنَّھُمۡ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَاَھۡلَہٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَہٗ کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۸۳﴾

پوری کرتے ہو۔ (حقیقت یہ ہے کہ تم بڑے اوندھے)، بلکہ بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔[۴۲۴] مگر اُس کی قوم نے جواب دیا تو یہ دیا کہ اِنھیں اپنی بستی سے نکالو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔[۴۲۵] سو ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیا،[۴۲۶] اُس کی بیوی کے سوا، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی۔[۴۲۷]

شہوت رانی کا محل بنائے ہوئے ہوں، اُن کو تو سب سے پہلے اِس غلاظت کی دلدل سے نکالنے کی ضرورت تھی، اُن سے کوئی دوسری بات کرنے کا مرحلہ تو بہر حال اِس کے بعد ہی آ سکتا تھا۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۳۰۷)

۴۲۴؎ یہ تیسرا جملہ ہے جس سے لوط علیہ السلام نے اپنی نفرت و کراہت اور قوم کی دیوثیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے اِس مقصد کے لیے زن و مرد کے جوڑے پیدا کیے تھے۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر کس اوندھی فطرت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ پھر لڑکے تو لڑکے، تمھارے مرد تک اِسی لعنت میں گرفتار ہیں۔ یہ کیسا فساد طبیعت ہے جس نے تمھیں اِس مرض خبیث میں مبتلا کر دیا ہے؟ اِس قدر شدید نفرت و کراہت اور اظہار تعجب کی وجہ یہ ہے کہ زنا اپنے تمام مفاسد کے باوجود نفس انسانی کی بنیادی ترکیب میں کوئی خلل پیدا نہیں کرتا، لیکن یہ بیماری لاحق ہو جائے تو اِسی ترکیب میں خلل عظیم برپا کر دیتی ہے۔

۴۲۵؎ یہ کسی معاشرے کے بگاڑ کی آخری حد ہے جس تک پہنچ جانے کے بعد برائی تہذیب اور فیشن کا تقاضا اور نیکی باعث طعن بن جاتی ہے۔ لوگ یہ جاننے کے باوجود کہ پاکیزگی کیا ہے، اُسے اپنے اندر برداشت نہیں کرتے اور اُس کے علم برداروں کو اپنی بستیوں سے نکال پھینکنا چاہتے ہیں تاکہ جس طرح اُنھوں نے کپڑے اتار دیے ہیں، باقی سب بھی ننگے ہو جائیں اور کوئی یہ احساس دلانے والا نہ ہو کہ لباس بھی کوئی چیز ہوتی ہے جسے انسان کبھی پہنا کرتے تھے۔

۴۲۶؎ پیچھے 'اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوۡنَ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ کچھ ایمان والے بھی تھے، مگر یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ ایمان والے بھی اُن کے اہل و عیال ہی تھے۔ اُن سے باہر کا کوئی شخص اُن پر ایمان نہیں لایا۔

۴۲۷؎ یہ خدا کے بے لاگ انصاف کا اظہار ہے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی غالباً اپنی قوم اور خاندان کی عصبیت کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاھُمۡ شُعَیۡبًا قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ بَیِّنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَھُمۡ وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِہَا ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۵﴾

اور اُس قوم پر (پتھروں کی) بارش برسا دی۔[۴۲۸] پھر دیکھو کہ اُن مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ ۸۰-۸۴

اور مدین[۴۲۹] کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اُس نے دعوت دی کہ میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس ایک واضح حجت آ گئی ہے،[۴۳۰] لہٰذا وزن اور پیمانے پورے رکھو، لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر نہ دو[۴۳۱] اور زمین کی اصلاح کے بعد اُس میں فساد برپا نہ کرو۔[۴۳۲] تمھارے حق میں یہی بہتر ہے، اگر تم ایمان لائے ہوئے

باعث حق کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئی تو پیغمبر کی بیوی ہونا اُس کے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہو سکا۔ حضرت نوح کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے باپ کی طرح وہ بھی اُسی انجام کو پہنچ گئی جو اُس کی قوم کے لیے مقرر ہو چکا تھا۔

۴۲۸؎ پیغمبروں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد اُن کی قومیں بالعموم کنکر پتھر برسانے والی آندھی سے تباہ کی گئی ہیں۔ قرآن نے دوسری جگہ اِسے 'حَاصِب' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اُسی کا بیان ہے۔

۴۲۹؎ یہ بستی ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدیان کے نام پر مدین یا مدیان کہلاتی تھی، جو اُن کی تیسری بیوی قطورا کے بطن سے تھے۔ اِس میں زیادہ تر اُنھی کی نسل آباد تھی۔ اِس کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا، مگر اِس کا کچھ سلسلہ جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی پھیلا ہوا تھا۔ اُس زمانے کی دو بڑی تجارتی شاہ راہیں اِسی علاقے سے گزرتی تھیں، اِس وجہ سے مدین کے لوگوں نے بھی تجارت میں بہت ترقی کر لی تھی۔

۴۳۰؎ یعنی خدا کے پیغمبر کی دعوت جو اپنے ساتھ خدا کی معیت کے ناقابل تردید شواہد لے کر آتی ہے۔ اِسے واضح حجت اِسی بنا پر کہا ہے۔

۴۳۱؎ یہ چونکہ تجارت پیشہ قوم تھی، اِس لیے اِس کے باطنی فساد کا ظہور ناپ تول میں خیانت کی صورت میں بھی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا
حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

ہو۔[۴۳۳] اور نہ ہر راستے پر بیٹھو کہ لوگوں کو ڈرانے، ایمان والوں کو خدا کی راہ سے روکنے اور اُس میں عیب ڈھونڈنے لگو۔[۴۳۴] یاد کرو، جب تم تھوڑے تھے، پھر خدا نے تمھیں بڑھا دیا اور دیکھو کہ اُن لوگوں کا انجام کیا ہوا جو فساد کرنے والے تھے۔[۴۳۵] اگر تم میں سے ایک گروہ اُس چیز پر ایمان لے آیا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔[۴۳۶] اُس کی قوم کے بڑوں نے، جو متکبر ہو چکے تھے،

ہوا۔ یہ اِس بات کی علامت تھی کہ پوری قوم کے اندر عدل و قسط کا تصور مختل ہو چکا اور خدا کے قائم بالقسط ہونے کا عقیدہ باقی نہیں رہا۔

۴۳۲؎ یعنی خدا کے مقابلے میں سرکشی اور تمرد اختیار نہ کرو، جبکہ رسولوں کے ذریعے سے اتمام حجت کے بعد خدا کی زمین کو یہ رویہ اختیار کرنے والوں سے کئی مرتبہ پاک کر کے اُس کی اصلاح کی جا چکی ہے۔

۴۳۳؎ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ مدین کے لوگ نہ صرف یہ کہ حضرت ابراہیم کے خاندان سے نسبت رکھتے تھے، بلکہ نبیوں کی تعلیم کے حامل ہونے کے مدعی بھی تھے۔ یہ ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی اور شعیب علیہ السلام کی بعثت کے وقت اِس کی حالت وہی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔

۴۳۴؎ یہ اُن سرگرمیوں کی طرف اشارہ ہے جو اُس قوم کے اشرار شعیب علیہ السلام کے ساتھیوں کو ڈرانے دھمکانے اور ایمان کی راہ سے روکنے کے لیے اختیار کیے ہوئے تھے۔

۴۳۵؎ یعنی خدا کی نعمتوں پر اُس کا شکر ادا کرو اور پیغمبر کی دعوت کے جواب میں وہ رویہ اختیار نہ کرو جو تم سے پہلی قوموں نے اختیار کیا تھا۔ اُن کا انجام پیش نظر رکھو کہ جب وہ خدا اور اُس کے رسولوں کے مقابلے میں سرکشی پر اتر آئے تو کس طرح تباہ و برباد کر دیے گئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَدِافْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

اُس سے کہا کہ اے شعیب، ہم تمھیں اور (تمھارے) اُن لوگوں کو جو تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں، اپنی اِس بستی سے نکال باہر کریں گے یا تم کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔ اُس نے جواب دیا: کیا اُس صورت میں بھی کہ ہم (اُس سے) بے زار ہوں؟ اگر ہم تمھاری ملت میں لوٹ آئیں، اِس کے بعد کہ اللہ ہمیں اُس سے نجات دے چکا ہے تو (اِس کے معنی یہ ہیں کہ) ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔[۴۳۷] (نہیں)، یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم اُس میں لوٹ آئیں، الاّ یہ کہ اللہ، ہمارا پروردگار ہی چاہے۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔[۴۳۸] ہم نے اللہ پر بھروسا کیا ہے۔ پروردگار، ہمارے

۴۳۶؎ مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ ایمان لے آئے ہیں اور کچھ نہیں لائے تو کیا بعید ہے کہ جو ایمان نہیں لائے، اُن کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے اور وہ ایمان کی نعمت سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ لہٰذا عذاب کے لیے جلدی نہ مچاؤ۔ تمھیں یہ مہلت اِسی توقع کے پیش نظر ملی ہوئی ہے۔ پیغمبر کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو ہر حال میں صادر ہونا ہے۔ ذرا صبر کرو، ابھی کچھ بلونے اور پھٹکنے کا کام باقی ہے۔ یہ ہو جائے گا تو خدا کا فیصلہ بھی اپنے وقت پر اور ٹھیک انصاف کے ساتھ صادر ہو جائے گا۔

۴۳۷؎ یعنی اِس وقت جو کچھ کہہ رہے اور جن حقائق پر اپنے ایمان کا اظہار کر رہے ہیں، وہ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ ہم تمھاری ملت کی طرف لوٹتے ہیں تو اِس کے معنی یہی ہوں گے۔ حالاں کہ جھوٹ اور افترا کا مجموعہ تمھاری یہ ملت ہے۔ حق و صداقت کو چھوڑ کر ہم اِس کی طرف کیسے لوٹ سکتے ہیں۔ ہم تو آخری درجے میں اِس سے بے زار ہیں۔ شعیب علیہ السلام نے یہ جواب اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی دیا ہے، اِس لیے فرمایا ہے کہ 'بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا' ورنہ انبیا علیہم السلام تو بعثت سے پہلے بھی ہدایت فطرت پر ہوتے ہیں۔

۴۳۸؎ یہ تفویض الی اللہ کے جملے ہیں۔ بندۂ مومن عزم و جزم کے ساتھ کسی فیصلے کا اظہار تو کر سکتا ہے، مگر اِس

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفٰتِحِيۡنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لَئِنِ
اتَّبَعۡتُمۡ شُعَيۡبًا اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِيۡ
دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا
كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ

اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے، تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اُس کی قوم کے بڑوں نے، جو انکار کا فیصلہ کر چکے تھے، (لوگوں کو) تنبیہ کی کہ شعیب کی پیروی کرو گے تو بڑے خسارے میں پڑو گے۔[439] آخر ایک سخت تھرتھراہٹ[440] نے اُنھیں آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا، وہ ایسے تھے کہ گویا اُس بستی میں کبھی بسے ہی نہیں تھے۔ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا، بالآخر وہی نامراد ہوئے۔[441] اُس وقت شعیب یہ کہتا ہوا اُنھیں چھوڑ کر

حقیقت سے کبھی غافل نہیں ہو سکتا کہ خدا کی مشیت ہر چیز پر غالب ہے۔ اُس کا علم ماضی، حال اور مستقبل کے تمام معاملات پر حاوی ہے۔ صرف وہی جانتا ہے کہ کس کے لیے کیا مقدر ہے اور کس کا انجام کیا ہونا ہے۔ لہٰذا اُس کے نیک ارادوں کا پورا ہونا بھی خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ توفیق بخشے گا تو کامیابی حاصل ہو گی، ورنہ ہر شخص ناکام رہ جائے گا۔

۴۳۹؎ اِس میں تنبیہ و تہدید بھی ہے اور ہمدردی کی نمایش بھی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے نیک و بد تمھیں سمجھا دیا ہے۔ اِس کے بعد بھی نہیں مانتے ہو تو قوم کے زعما اور لیڈروں کو چھوڑ کر اِس شخص کی پیروی کے نتائج عنقریب بھگت لو گے۔

۴۴۰؎ یہ مجرد عذاب کی تعبیر ہے۔ اِس کی تفصیل ہم پیچھے قوم صالح کی سرگذشت میں بیان کر چکے ہیں۔

۴۴۱؎ یہ عذاب کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

’’... اِس کے دونوں فقروں میں اُن دونوں دھمکیوں کی طرف تلمیح ہے جو قوم شعیب علیہ السلام کے کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو دی تھیں۔ اُنھوں نے دھمکی دی تھی کہ ہم تم کو اپنی بستی سے نکال کر چھوڑیں گے۔ اِس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خود اِس دیار سے اِس طرح مٹے: گویا کہ اِن تلوں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ﴿۹۳﴾

چل دیا کہ میری قوم کے لوگو، میں نے اپنے پروردگار کے پیغامات تمھیں پہنچا دیے اور تمھاری خیر خواہی کر دی۔[۴۴۲] اب میں منکروں پر افسوس کیا کروں!! ۸۵-۹۳

میں کبھی تیل ہی نہ تھا۔ اُنھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھیوں کو دھمکی دی تھی کہ اگر تم اِس شخص کی پیروی سے دست کش نہ ہوئے تو بڑے خسارے میں پڑو گے۔ اِس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا، وہی خسارے میں پڑے۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۳۱۴)

۴۴۲؎ یہی مضمون اوپر قوم صالح کی سرگذشت میں بھی گزر چکا ہے۔ ہم نے وہاں اِس کی وضاحت کر دی ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com